صحابۂ کرامؓ کی اداکاری - شریعت کی نظر میں

جناب محمود خلیل (قاھرہ)
مترجم: جناب گل زادہ شیر پاؤ

اداکاری ایک فن ہے۔ اس میں کسی کردار کو اسٹیج پر یا فلم اور ٹی وی کے ذریعہ پیش کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات تاریخی کردار بھی اس کے ذریعہ سامنے لائے جاتے ہیں۔ ایک بڑا سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح دینی شخصیات، خاص طور پر اللہ کے پیغمبروں اور صحابۂ کرام کے کردار کو بھی پیش کیا جاسکتا ہے؟ علماء کرام نے پیغمبروں کی اداکاری کو ناجائز قرار دیا ہے۔ بعض دوسرے علماء نے پیغمبروں کے ساتھ خلفاء راشدین، عشرۂ مبشرہ اور اکابرِ صحابہ کی اداکاری کو بھی ناجائز کہا ہے۔ دیگر صحابہ کے کردار کی اداکاری ان کے نزدیک ناجائز نہیں ہے۔ علماء کے ایک طبقہ نے کسی بھی صحابی کے کردار کی اداکاری کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اس فن کے اصحاب کے نزدیک کسی صحابی کے کردار کی اداکاری میں قباحت نہیں ہے۔ اسے وہ تعلیمی اور اخلاقی پہلو سے مفید قرار دیتے ہیں۔ ذیل کے مضمون میں علماء عرب کا اور وہاں کے دینی ذہن رکھنے والے اصحابِ فن کا نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایک اہم موضوع ہے، اس پر جو اصحابِ علم علمی اور تحقیقی انداز میں اظہارِ خیال کرنا چاہیں ان کے لیے تحقیقاتِ اسلامی کے صفحات حاضر ہیں۔ (جلال الدین)

کچھ عرصہ پہلے مصر کے ٹیلی ویژن پر ''رجل الاقدار'' کے نام سے ایک قسط وار ڈرامانشر کیا گیا، جو جلیل القدر صحابئ رسول حضرت عمرو بن العاصؓ کے کردار پر مشتمل تھا۔ بہت سے علماء اور فن کاروں نے اس کوشش کو سراہا۔

اس اقدام سے کئی سوالات پیدا ہوئے جو بہت اہم ہیں۔ اس کے قابلِ قبول یا لائق رد ہونے کے سلسلے میں ابھی تک کوئی قطعی رائے بھی سامنے نہیں آئی۔ اس کے بارے میں علمائے کرام اور فن کاروں کے درمیان بحث و مباحثہ اور سوال و جواب کا سلسہ جاری ہے، کیوں کہ اس معاملے کا تعلق صحابہ کرام کے ساتھ ہے۔ ایک طرف صحابہ کرام کی تعظیم اور احترام مطلوب ہے تو دوسری طرف معمولی بے احتیاطی کی وجہ سے اُن کے کردار پر حرف بھی آ سکتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے تمثیلی کردار پر مشتمل اس اقدام کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کسی فن کار کے لیے کس حد تک گنجائش ہے کہ وہ اپنے فن اور دین دونوں کا خیال رکھتے ہوئے اپنا فرض ادا کرے۔ کسی عالمِ دین کے لیے ایک فن کار کے ساتھ اتفاق کرنے کی کیا حد ہے؟

مصر کے ادارہ مجمع البحوث الإسلامیۃ نے عشرۂ مبشرۃ (وہ دس صحابہ جنھیں دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی گئی تھی) کے علاوہ باقی صحابۂ کرام کا تمثیلی کردار ادا کرنے کی اجازت دی تھی، لیکن جامعۂ ازہر کے علماء اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ اسی طرح یہ بھی ایک سوال ہے کہ فن کار اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ یہ اور اس طرح کے دسیوں سوالات ہیں جو اس موضوع پر ہمارے سامنے آتے ہیں۔

مجمع البحوث الإسلامیۃ کا فتویٰ:

سب سے پہلے ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ مجمع البحوث الإسلامیۃ نے، جو مصر کے بڑے بڑے علما کا ایک فورم ہے، یہ رائے دی تھی کہ عشرۂ مبشرہ (وہ دس صحابہ جن کو زندگی میں جنت کی بشارت دی گئی ہے) اور رسول اللہ ﷺ کے اہلِ بیت کا تمثیلی کردار پیش کرنا ممنوع ہے۔ جب کہ باقی صحابہ کے بارے میں ایسا کیا جا سکتا ہے۔ اس فتوے سے اُن افراد کے سامنے ایک وسیع میدان کھل گیا جو کبھی درست رائے بھی اختیار کرتے ہیں، لیکن اکثر غلطی کر جاتے ہیں۔ اس طرح درجنوں صحابہ کے نام سامنے آئے

جن کوفن کار اپنے آئندہ پروگراموں کے لیے منتخب کرسکیں، مثلاً حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت خالد بن الولیدؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ، بلکہ متعدد جلیل القدر صحابیات، جیسے حضرت نسیبہ بنت کعب انصاریؓ، حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ور حضرت ہند بنت عتبہؓ کے نام بھی اس سلسلے میں لیے گئے۔ شاید مجمع البحوث الاسلامیہ کی اس ناقص رائے ہی کا نتیجہ ہے کہ اصحابِ رسولؐ کے کردار کے بارے میں جسارتِ بےجا کا وسیع دروازہ کھل گیا ہے۔

علمائے جامعہ ازہر کا نقطۂ نظر:

ڈاکٹر عبدالعظیم مطعنی:

اس ذیل میں جامعۂ ازہر کے ڈاکٹر عبدالعظیم مطعنی کی رائے یہ ہے کہ مجمع البحوث الاسلامیہ کا فیصلہ علمی اور شرعی لحاظ سے محلِ نظر ہے، اس لیے کہ جنت کی بشارت کو صرف اُن چند سعید روحوں کے لیے مختص کردینا، جن کو ایک ہی مجلس میں جنت کی بشارت دی گئی تھی، صحیح نہیں ہے۔ صحابۂ کرام کے بارے میں کوئی موقف اختیار کرنے کے لیے ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ، رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ، وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. (التوبہ:۱۰۰)

اور مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے سبقت کی اور سب سے پہلے ایمان لائے ۔ اور وہ لوگ جنھوں نے نیکو کاری میں ان کی پیروی کی، اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اِن صحابہ کی تعداد کتنی ہوگی جن کو یہاں

جنت کی خوش خبری سنائی گئی ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَايَسْتَوِى مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (الحدید۔۱۰)

جن لوگوں نے فتح سے پہلے اللہ کی راہ میں اپنا مال و جان خرچ کیا وہ اُن لوگوں کے برابر نہیں ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور لڑے۔ بلکہ وہ ان سے درجے میں بڑھ کر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سے جنت کا وعدہ کیا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں، کافروں کے مقابلے میں سخت گیر اور آپس میں رحم دل ہیں۔ وہ تجھے ہمیشہ رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے دکھائی دیں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ پیشانیوں میں سجدے کے نشانات اُن کی پہچان ہے۔ ان کی یہ پہچان توراۃ میں بیان کی گئی ہے اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے کہ جیسے فصل پہلے سوئی نکالے، پھر وہ موٹی ہو جائے اور پھر اپنے نال پر سیدھی کھڑی ہو کر اُگانے والوں کو خوش کرے، تاکہ اس سے کافروں کے دل جلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے جو ایمان لاتے رہیں، اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے جو ایمان لاتے ہیں اور درست عمل کرتے ہیں۔'' (الفتح:۲۹)

ان آیات کی روشنی میں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ جنت کی بشارت کو صرف دس حضراتِ صحابہ تک محدود رکھنا، ایک اصولی مسئلے میں جزوی استدلال کے قبیل سے ہے، اور یہ ایک کھلی علمی غلطی ہے۔

یہ آزاد خیال لوگ صحابہ کے بارے میں ایک اور پہلو سے بھی ٹھوکر کھا گئے ہیں۔ انھوں نے صحابہؓ کو فن کار کے مشابہ سمجھا ہے کہ ان کی زندگی کو دیکھنے والوں کے سامنے مجسم کیا جائے، ان کے احساسات کی تصویر کشی کی جائے اور اُن کی خصوصیات کو

اجاگر کیا جائے۔ اس موقع پر مجھے حضرت عائشہؓ کا ایک قول یاد آرہا ہے۔ وہ ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتی ہیں: ''اُن کو صحابہؓ کے لیے استغفار کا حکم دیا گیا تو انھوں نے گالیاں دیں۔ (مسلم)

یہ بھی اُن کو گالی دینے کے مترادف ہے کہ اُن کی شان کو کم کیا جائے اور اُن کی جلالتِ قدر کو دیکھنے والوں کی آنکھوں میں ہلکا کیا جائے، بلکہ ان اصحابِ فن نے تو یہاں تک جسارت کی ہے کہ بعض صحابہؓ کو جھوٹ، نفاق اور خیانت میں ملوث دکھایا ہے۔ انھوں نے صحابہؓ کی زندگیوں کو ناول اور ڈرامے کے پلاٹ میں داخل کیا ہے اور اسے پیش کش کے اُن تجربات کا میدان بنایا ہے جس کا سارا ڈھانچہ سنسنی خیزی پر قائم ہے۔ صحابہؓ کرام کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ اسے اس طرح تختۂ مشق بنایا جائے۔

اس لیے ہماری رائے یہ ہے کہ مہاجرین اور انصار تمام صحابہ میں سے کسی کی زندگی کو بھی اس طرح کے کاموں کے لیے منتخب کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ اس لیے کہ اس میں بظاہر تو یہ مقصد ہوتا ہے کہ ہم ان کے کردار کو اجاگر کررہے ہیں لیکن حقیقت میں یہ اُن کے کردار کی تخفیف ہے۔

ڈاکٹر احمد عمر ہاشم:

ڈاکٹر احمد عمر ہاشم سابق چانسلر جامعۂ ازہر اور رئیس عام جمعیات الشبان المسلمین اس معاملے میں ڈاکٹر عبدالعظیم مطعنی کے ہم خیال ہیں کہ کسی بھی صحابی کا تمثیلی کردار پیش کرنا درست نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجمع البحوث الاسلامیۃ کا فتویٰ بالکل ناقص اور جلد بازی کا مظہر ہے۔ اس میں تحقیق کا حق ادا نہیں ہوا ہے اور شرعی طور پر ایک بالکل غلط رائے دی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میری سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ عشرۂ مبشرہ اور دوسرے ہزاروں صحابہ کے درمیان فرق کرنے کی آخر کیا دلیل ہے؟ حالاں کہ یہ بات معلوم ہے کہ ہزاروں نہیں تو سینکڑوں صحابہؓ کو جنت کی بشارت ضرور ملی ہے اور یہ کتاب و سنت کے دلائل سے ثابت ہے۔ وہ امت کے ستون تھے، وحی کے حامل تھے کہ انھی نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو قبول کیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پہلو بہ پہلو چلتا پھرتا قرآن تھے۔ سورۂ فتح کی آخری

آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے بہترین اوصاف بیان کیے ہیں۔ اس لیے کسی صورت میں یہ درست نہیں ہے کہ ہم اُن کی تمثیل پیش کریں۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ ان کے کردار کی اداکاری محض اداکاری نہیں، بلکہ ان کی پاکیزہ شخصیات کو مسخ کرنا ہے۔

اگر اُن کے کردار کو اجاگر کرنا ضروری ہے تو اس مقصد کے لیے ہمارے سامنے اُن کی زندگیوں پر مشتمل کہانیوں اور ناولوں کا وسیع میدان موجود ہے، جہاں ہم اُن کی زبان سے بالواسطہ اُن کا کردار نقل کریں، یا اس کو ایسے اداکاروں سے نقل کروائیں جو ان کے بارے میں بیان کریں، لیکن اُن کی شخصیات کی اداکاری نہ کریں۔

اس عظیم الشان گروہ کے بارے میں، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام کا مخاطب بنایا تھا اور اپنے نبی کی صحبت کے لیے منتخب فرمایا تھا، بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہیے۔ میں تنگ نظر نہیں ہوں کہ بے جا تشدد سے کام لوں۔ میں خود شاعری کرتا ہوں، ادبی ذوق رکھتا ہوں اور فن کا پیغام اچھی طرح سمجھتا ہوں، لیکن عام فن کاری اور صحابہؓ کی شخصیت کی اداکاری میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

ڈاکٹر عبدالصبور مرزوق:

ڈاکٹر عبدالصبور مرزوق ڈپٹی جنرل سکریٹری المجلس الاعلیٰ للشئون الإسلامیۃ، (سپریم کونسل برائے مذہبی امور) کی بھی یہی رائے ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں اس رائے میں کوئی اضافہ یا کمی نہیں کرنا چاہتا، ہاں! میں سب کو اس بات پر متنبہ کرنا چاہوں گا کہ آج ہمارے پاس اس ایک گروہ کے علاوہ کوئی قابلِ تقلید نمونہ باقی نہیں رہا، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ان کو اسی حالت میں رہنے دیں۔

ڈاکٹر عبدالفتاح عاشور:

ڈاکٹر عبدالفتاح عاشور صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ جامعۂ ازہر بھی اسی رائے کی تائید کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ: صحابہؓ کا مسلمانوں کے دلوں میں اتنا اونچا مقام ہے کہ کوئی اداکار کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو وہ اس مقام کی ترجمانی کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایک امتیازی حیثیت اور خاص مقام عطا فرمایا تھا جس کی وجہ سے وہ صحبت نبویؐ

کے اہل بن گئے تھے۔ صحابہ کرامؓ کا تمثیلی کردار، اُن کے مقام کو کم کرتا ہے، لوگوں کے دلوں میں اُن کا جو رعب اور عظمت ہے، اس میں کمی آتی ہے۔ اس لیے اس جال میں پھنسنے سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جو لوگ عشرۂ مبشرہ کے تمثیلی کردار کو ان کے بلند مرتبہ کی وجہ سے حرام قرار دیتے ہیں اور دوسرے صحابہ کو اس سے مستثنیٰ کرتے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کے بارے میں کیا کہیں گے جس میں آپؐ نے فرمایا: ''میری امت کے ستر ہزار لوگ بے حساب جنت میں جائیں گے'' اس لیے مجمع البحوث الاسلامیۃ کا یہ فیصلہ کہ عشرۂ مبشرہ کے علاوہ باقی صحابہ کا تمثیلی کردار پیش کیا جاسکتا ہے، نہیں معلوم، کس بنیاد پر کیا گیا ہے۔ حرمت کا فیصلہ عشرۂ مبشرہ کے علاوہ بھی تمام صحابہ کرام پر منطبق ہوتا ہے۔ ایک اوسط درجے کا عالم بھی یہی کہے گا کہ اس فیصلے پر نظرِ ثانی ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کے احترام کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''میرے صحابہؓ کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، اُن کو میرے بعد نشانہ نہ بناؤ، اگر کوئی اُن سے محبت کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مجھ سے بھی محبت رکھتا ہے اور کوئی ان سے بغض رکھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دل میں میرے لیے بھی بغض ہے۔'' جن لوگوں کا خیال ہے کہ ہم صحابہؓ کی زندگی پر اداکاری کر کے اُن کی خدمت کر رہے ہیں، ان کا مقصد گو اچھا ہے لیکن اس سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے وہ زیادہ بڑی ہے، اُن کی خدمت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اُن کے کردار کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنایا جائے اور ان کے نقشِ قدم پر چلا جائے۔ اس کے لیے نقل اور جھوٹی اداکاری کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ دوسری طرف یہ فن کار اور تاریخ کے معمولی اور ادنیٰ درجے کے واقعات کا بھی حق ادا نہیں کر سکتے تو صحابہ کرامؓ جیسی ہستیوں کی زندگی کو اپنی ناقص فنی صلاحیت سے کیسے اجاگر کر سکیں گے، خصوصاً جب اس پہلو پر غور کیا جائے کہ صحابہؓ کی زندگی کو حضورؐ کی زندگی سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اور سیرت نبوی کے بارے میں یہ طے ہے کہ اس کے واقعات علم حدیث، اصول حدیث اور جرح و تعدیل کے تقاضوں کو پورا کیے بغیر نہیں لکھے جاسکتے۔ لیکن ان حضرات کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہ ان علوم کی ابجد سے بھی آگاہ نہیں ہیں۔

ڈاکٹر محمد سید احمد المسیر:

ڈاکٹر محمد سید احمد المسیر استاد علم الکلام جامعۂ ازہر بھی اس کی حرمت کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شیطان کی چالوں میں سے ایک چال یہ ہے کہ وہ خواہش پرست لوگوں کے لیے خواہش کی باگیں کھلی چھوڑ دیتا ہے اور اس خواہش کو ''اچھی نیت'' یا ''نیک مقصد'' کی زینت سے مزین کر دیتا ہے۔ اس طرح پوری زندگی کو اس کے لیے لہوولعب کا میدان بنا دیتا ہے۔ وہ ہر ممنوع چیز کو اس کے لیے مباح بنا دیتا ہے۔ اور فن و تفریح کے نام سے جائز چیزوں کی فہرست میں توسیع کرتا رہتا ہے۔ ان لوگوں کے ذہن سے یہ بات محو ہو جاتی ہے کہ فن تو مقصد کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے، اس لیے اس کا وہی حکم ہوگا جو مقصد کا ہوگا۔ ایک جائز مقصد کے حصول کے لیے ذریعہ بھی جائز ہونا چاہیے۔ یہ ایک اصولی قاعدہ ہے کہ جائز ذریعہ فساد کا سبب نہیں بنتا اور ناجائز ذریعہ سے کوئی اچھا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی ایک قاعدۂ کلیہ ہے کہ فساد کو ختم کرنا فائدے کے حصول پر مقدم ہے۔ سینما کے ذریعہ صحابہ کرامؓ کی زندگی اور ان کی سیرت کی اداکاری کنیسہ کے فکر سے متاثر ہے جس نے ڈرامے اور سینما کو اپنے عبادت خانوں میں داخل کر دیا ہے اور اس سے مذہبی افراد کی تقدیس اور معبودوں کے کردار پر مشتمل کھیل دکھائے جاتے اور ان کی عبادت کی جاتی ہے۔ لیکن اسلام میں فن کاری اس مادہ پرستانہ ذہن سے آزاد، اور بت پرستی، جسمانیت اور انسان کی عبادت سے بالکل پاک ہے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ ہم اس دور میں کسی ''سرکاری نشان'' کی توہین کے الزام سے خوف میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو ''عظمتِ اسلام کے نشان'' یعنی صحابۂ کرام کی توہین کے الزام سے بھی ہمیں اسی طرح چوکنا رہنا چاہیے۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت تھی کہ انبیاء اور صحابہ کرامؓ کے دور میں تصویر سازی کے آلات ایجاد نہیں ہوئے تھے اور اُن کی تصویریں ذہنوں میں مخصوص شکل میں محفوظ نہیں رہیں۔ اُن کی زندگی کو تمثیلی صورت میں پیش کرنے کو جائز قرار دینے میں بڑے خطرات پوشیدہ ہیں۔ ذہنوں میں جب اُن کی ایک صورت راسخ ہو جائے گی تو پھر

دوسری اس کے اندر نہیں سما سکے گی۔ آج ہمیں ایسے لوگ ملتے ہیں جو اُن کی سیرت کو اچھی طرح سمجھتے اور جانتے ہیں، لیکن کل ہمیں اس قسم کے لوگ نہیں ملیں گے۔ اس کی جگہ لوگوں کے ذہنوں پر وہ مسخرے اور ناٹک کرنے والے اداکار سوار ہوجائیں گے جو صحابہ کا کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ یہ کام مشتبہ ہے اور ''جو شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا''۔

ڈاکٹر احمد المسیر مزید کہتے ہیں کہ ہم فن کاری اور اس کے پیغام کے خلاف نہیں ہیں، لیکن فن کاری علم کی مانند ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی حقیقی بنیادوں پر قائم ہو اور اس کا پیغام کسی جائز مقصد پر مشتمل ہو۔ اگر یہ بات ملحوظ نہ ہو تو یہ کام فائدے کے بجائے فساد اور خرابی کا ذریعہ ہوگا۔

اصحابِ فن کی آراء:

گزشتہ صفحات میں ہم نے اُن علماء کی آراء پیش کی تھیں جو صحابۂ کرام کے کردار کی اداکاری کے قائل نہیں ہیں۔ اس اہم موضوع پر کسی فیصلہ کن نتیجے تک پہنچنے کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ فن کی آراء کو بھی سامنے لایا جائے۔ اس مقصد کے لیے ہم نے کئی فن کاروں سے ملاقات کی جن میں جناب عبدالرحمان ابو زُہرہ، جناب ریاض الخولی، جناب رضوان توفیق اور جناب یاسر علی ماہر کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ کافی دیر تک ہماری اُن سے گفتگو ہوئی۔ آخر کار ہم نے یاسر علی ماہر، جو مشہور صاحبِ قلم اور نام ور شاعر محمد علی ماہر کے صاحب زادے ہیں، کی گفتگو کو اس نقطۂ نظر کی وضاحت کے لیے منتخب کیا۔ انھوں نے اس موضوع پر ہمارے سوالات کا کُھل کر جواب دیا۔ ان کے جوابات کو ہم سوالات کے بغیر سطورِ ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔

انھوں نے کہا کہ یہ فتویٰ کا نہیں، بلکہ غور و فکر کا موقع ہے۔ اس کو آپ میری ذاتی رائے سمجھیں یا مجموعی طور پر فن کار برادری کی متفقہ رائے کا نام دیں، بہر حال ہم کوئی فتویٰ تو نہیں دے سکتے، صرف اپنی رائے ظاہر کر سکتے ہیں۔

اس موضوع پر تحقیق کے دوران دو بنیادی باتوں کو میں نے سامنے رکھا ہے۔

۱۔ ایک یہ کہ شرعی طور پر وہ کیا موانع ہیں جنھیں مجمع البحوث الإسلامیة نے اپنے پیشِ نظر رکھا ہے۔

۲۔ دوسری یہ کہ اس مسئلہ میں میرے والد محمد علی ماہرؒ کی، جو مشہور اسلامی ادیب تھے، کیا رائے تھی؟

میرے والد صاحب کا خیال تھا کہ صحابۂ کرام، بشمول خلفائے راشدینؓ اور عشرۂ مبشرہ میں شامل دیگر صحابہ کا تمثیلی کردار ادا کرنے میں کوئی شرعی مانع نہیں ہے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ اور دوسرے انبیائے کرام کے بارے میں وہ تحفظات رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کی اداکاری ممنوع ہے۔ اس لیے کہ انبیاء کو عصمت حاصل تھی۔ عصمت میں تقلید نہیں کی جاتی، اس لیے کہ یہ ایک وہبی چیز ہے۔

یہاں کچھ باتیں ایسی ہیں جن پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے، ان باتوں سے مجھے اس وقت بڑی رہنمائی ملی جب میں مصری ٹیلی وژن پر عظیم فاتح حضرت عمرو بن العاص کی زندگی پر تیار کیے گئے سیریل ''رجل الاقدار'' میں خالد بن ولید کا کردار پیش کر رہا تھا۔ اسی طرح یہ باتیں ''الوعد الحق'' نامی سیریل اور دوسرے مواقع پر بھی میرے لیے رہنما ثابت ہوئیں، ان باتوں کو میں چند سوالات کی صورت میں اُن حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں جو اداکاری کو حرام سمجھتے ہیں، یا اس کے بارے میں تحفظات رکھتے ہیں۔ یہ محض کچھ سوالات ہیں جن پر غور و فکر کی ضرورت ہے۔

۱۔ اسلام سے قبل یا ظہورِ اسلام کے وقت اداکاری کا فن موجود یا متعارف نہیں تھا، لیکن پھر بھی ہمیں بعض امور ایسے نظر آتے ہیں جن کو ہم فنِ اداکاری کے مظاہر کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً عربی اشعار میں ہم دیکھتے ہیں کہ شاعر یا تو کسی کا قول نقل کرتا ہے یا کسی لکھے ہوئے واقعے کو نظم میں لاتا ہے یا کسی حالت اور کردار کی وضاحت کرتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ہمیں عربی نظموں کے ان حصّوں پر غور کرنا چاہیے جن میں مباحثہ یا باہمی گفتگو کی صورت میں بات پیش کی گئی ہو۔ اس سلسلے میں ہمیں یہ بات بھی سامنے رکھنی چاہیے کہ شاعر ان نظموں کو کس طرح کسی اجتماع یا میلے میں پیش کرتا تھا، کیا وہ اس

کو محض زبان سے سنا دیا کرتا تھا یا اس کو تمثیلی صورت میں اس طرح بیان کرتا تھا جس طرح ایک آدمی کسی واقعہ کی منظر کشی کرتا ہے؟ یہ بات اُن نظموں میں خوب واضح ہو جاتی ہے جو ایک دوسرے کے مقابلے میں کہی گئی تھیں۔

۲۔ خطبۂ جمعہ میں بھی ایک لحاظ سے تمثیل نظر آتی ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کی روایت حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے تھے تو آپؐ کی چشم ہائے مبارک سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی، لہجہ سخت غصہ والا ہو جاتا، جیسے فرما رہے ہوں کہ دشمن تم پر صبح یا شام کو حملہ آور ہونے والا ہے۔ (مسلم، ابن ماجہ)

۳۔ نماز اور حج میں اجتماعی اور انفرادی ادائیگی کی مختلف قسمیں ہیں اور ادائیگی کی صلاحیتوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت بلالؓ کی اذان کو دوسروں پر ترجیح حاصل تھی، کیوں کہ اُن کی آواز اچھی تھی اور اس کا اثر زیادہ ہوتا تھا۔

۴۔ اگر اس مسئلے کو ہم شعر پر قیاس کر لیں تو دیکھیں گے کہ بہت سے اشعار ایسے ہیں جن کو خلفائے راشدین نے نہ صرف سنا بلکہ بعض اوقات خود بھی اشعار کہے ہیں۔ اس لیے جذبات کے اظہار اور مختلف واقعات کے رونما ہونے میں اشعار کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ رات کے وقت رعایا کے حالات معلوم کرنے کے لیے گشت کیا کرتے تھے، ایک رات آپؓ نے کسی عورت کی آواز سنی جو اشعار میں اپنے شوہر کی جدائی کے احساسات کا اظہار کر رہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے کوئی شرم محسوس کیے بغیر عورتوں کے جذبات اور احساسات کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کتنے عرصے تک شوہر کے بغیر رہ سکتی ہیں اور پھر اس کے مطابق فوجیوں کی رخصت کا قانون بنایا۔ اس موقع پر آپؓ نے اس عورت سے یہ نہیں کہا کہ "تم ایسے اشعار نہ کہو" جسے ہمارے آج کے زمانے میں عریانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ عریانی ہے تو اُس دور میں اسے کیسے برداشت کیا گیا؟

اور اگر ہم اس معاملے کو فائن آرٹ پر قیاس کریں تو اَہرام اور عبادت خانے اس کی بہترین مثال ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تمثیل کو ممنوع قرار دینا درست نہیں۔ کیوں

کہ بڑے بڑے صحابہؓ نے، جو شریعت کے مقاصد سب سے بہتر جانتے تھے، اس کو منع نہیں کیا۔ اور ہم جانتے ہیں کہ صحابی کا عمل اسلامی قانون سازی کا ایک اہم اصول ہے۔

یہاں شریعت کا یہ اصولی قاعدہ یاد دلانا بے جانہ ہوگا کہ ”کوئی چیز جب اپنے محل سے نکل جاتی ہے تو اس کا حکم تبدیل ہوجاتا ہے“ البتہ اس میں ان شرائط کا خیال رکھنا ضروری ہے جو علمائے عظام نے بیان کیے ہیں۔ غناء کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ اچھا ہو تو حلال ہے اور برا ہو تو حرام ہے۔

اس شرعی قاعدے سے میں نے یہ سمجھا ہے کہ فن کی اپنی خاصیت ہے اور اس کی انتہائی ضرورت ہے۔ اگر فن کاری میں حق، بھلائی اور اچھائی کا غلبہ ہو تو حلال بھی ہے اور مفید بھی، لیکن اگر اُس کا رُخ خواہشات اور سفلی جذبات کی طرف ہو تو یہ حرام ہے۔ آپ دیکھیں کہ خود رسول اللہ ﷺ خندق کی کھدائی کے موقع پر اشعار پڑھتے تھے۔

میں اپنے معزز مفتیان کرام سے، جو صحابہؓ کی زندگی پر اداکاری کو ممنوع قرار دیتے ہیں، یہ سوال کرتا ہوں کہ اگر صحابہؓ کی زندگی پر اداکاری کرنے میں یہ خوف دامن گیر ہو کہ اُن کے ”تقدس“ کی وجہ سے اُن کی مشابہت نہیں اختیار کی جاسکتی تو میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا، اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے: **اذکرو محاسن موتاکم** (اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو) اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کس صورت میں اور کس انداز سے ان کی خوبیاں بیان کی جائیں۔ جو جس طرح ان کی خوبیوں کو اجاگر کرسکتا ہے اسی طرح اسے اجازت ہونی چاہیے۔ مثلاً میں اُن کے محاسن کو یاد کرنے، اُن کے مناقب کو زندہ کرنے اور ان کے ذکر کو بلند کرنے کے لیے اپنے فن کو کام میں لاؤں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا عملی نمونہ پیش کروں جو اُس نے اپنے نبیؐ کے بارے میں فرمایا تھا: **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** الانشراح۔۴ (ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کیا ہے) اسی وجہ سے میں چاہتا ہوں کہ ان ہستیوں کا نام دنیا میں بلند کروں جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کا نام آسمان میں بلند کیا ہے۔

یہی تفکرات مجھے پریشان کرتے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم

جس چیز کو تقدس کا لباس سمجھ کر ان روشن ستاروں کے اوپر ڈالنا چاہتے ہیں وہ اس آدمی کی راہ میں رکاوٹ بن جائے جو اُن کی بڑائی کا حق ادا کرنا چاہتا ہے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ناسمجھی میں وہ زبان کاٹ ڈالیں جو ان کا نام بلند کر رہی ہو اور اس آدمی کے ضمیر کو مار ڈالیں جو ان کا کردار ادا کرنا چاہتا ہو۔ میں تو اس چیز کو علم نافع سمجھتا ہوں، اس لیے میں ڈرتا ہوں کہ تقدس کے نام پر کہیں ہم علمِ نافع سے محروم نہ ہو جائیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ہمارے اس دور میں فن کاری ایک علم ہے۔ اور مجھے اس بات کا خوف محسوس ہوتا ہے کہ کہیں اس معاملے میں ہم ایک اچھی روایت قائم کرنے میں رکاوٹ نہ بنیں، جس کے قائم کرنے والے کو اپنے عمل کا بھی بدلہ ملے گا اور جو دوسرے لوگ اس روایت پر عمل کریں گے اُن کے اجر میں بھی اس کا حصہ ہوگا۔ یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

اگر فن کاری اپنے پیغام کو شریعتِ الٰہی کی روشنی میں تخلیق کرتی ہے تو ایسی صورت میں ایک عالم دین کو فن کار اور ایک فن کار کو دین دار ہونا چاہیے۔ یہاں میں چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے قرآن کریم سے ایک نظیر پیش کروں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ تمثیل کے دائرہ کو وسیع قرار دیتے ہوئے اسے مباح قرار دیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو انسانی صورت میں حضرت مریمؑ کے پاس بھیجا۔ اس کی تصریح قرآن پاک میں ان الفاظ میں آئی ہے:

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَاباً فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا، فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَراً سَوِيًّا (مریم:۱۷)

حضرت مریمؑ اپنی قوم سے ایک طرف پردے میں چلی گئیں تو ہم نے اس کے پاس جبریل کو بھیجا، وہ ایک ٹھیک ٹھاک انسان کی صورت میں اس کے پاس گیا۔

یہ اداکاری کی واضح صورت ہے۔ اس کے علاوہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ حضرت جبریلؑ کبھی کبھی ایک صحابی حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل میں آیا کرتے تھے اور بعض صحابہؓ نے ان کو اپنی آنکھوں سے اس شکل میں دیکھا تھا۔ جو لوگ اس کام کو ممنوع ٹھہراتے ہیں اُن کے پاس کوئی قابلِ اطمینان دلیل نہیں ہے۔ میں اپنے آپ سے

پوچھتا ہوں کہ ہم صحابہ کا کردار کیوں پیش کرتے ہیں؟ کیا ہم اُن کو اس لیے پیش کرتے ہیں کہ ہمیں اُن سے کوئی بغض ہے یا اس لیے کہ ہم اُن کے کردار کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں؟ اس کا جواب میرے ذہن میں، اور یقیناً آپ کے ذہن میں بھی ہوگا، کہ ایسا نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو پابندی ہم لگا رہے ہیں وہ کوئی شرعی پابندی نہیں، بلکہ ایک اجتماعی پابندی ہے، مطلب یہ کہ اصل خوف جو ہمیں لاحق ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اُن کے تمثیلی کردار میں ہمارے سامنے اُن کی وہ شکل نہ آجائے جو ہمارے ذہن میں موجود ان کی شکل سے متضاد ہو۔ اس کے بارے میں مجھے پوچھنے دیجیے کہ 'الرسالۃ' نامی فلم میں حضرت حمزہؓ کا کردار پیش کیا گیا۔ کیا اس سے اُن کی تصویر بگڑ گئی؟ اسی طرح حضرت خالدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کا جو کردار پیش کیا گیا، کیا اس سے ان کی تصویر بگڑ گئی؟ اس سے امت کے اندر کیا خرابی پیدا ہوگئی؟۔

اگر یہ مسئلہ ایسا ہے کہ ہم ان عظیم ہستیوں کی اپنے ذہن میں موجود صورت پر اصرار کریں تو حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کے بارے میں ہمارے ذہنوں میں موجود سیکڑوں شکلیں ایسی ہیں جن کو درست کرنے کی ضرورت ہے، اس لیے کہ اُن کے بارے میں تاریخ کی کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے اور اُن کی سیرت کو جس روپ میں پیش کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

اس سلسلے میں دوسرا اندیشہ یہ ہے کہ فنی غلطیوں کی بنا پر کہیں صحابۂ کرام کی طرف کوئی ایسی بات منسوب ہوجائے جو شرعاً درست نہ ہو۔ مثلاً ایک سیریل میں دکھایا گیا کہ ایک صحابی نے اپنے بھائی کی بیوی سے نکاح کرلیا، حالاں کہ حقیقتاً ایسا نہیں ہوا تھا۔ یہ ڈرامہ نگار کا تخیل تھا۔ اور انتہائی افسوس کی بات یہ ہے کہ جامعہ ازہر کے مجمع البحوث الإسلامیۃ کی ایک خصوصی کمیٹی نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ ('رجل الاقدار' نامی سیریل میں ڈرامہ نگار نے حضرت عمرو بن العاصؓ کی اپنے بھائی ہشام بن العاص کی بیوی سے شادی کرائی ہے۔)

اس طرح کی غلطیاں صرف اس صورت میں ہوں گی، جب فلم بنانے والے کے پاس کوئی شرعی معیار ہو نہ شرعی امور کے بارے میں نگرانی کمیٹی کے ہاں کوئی کسوٹی ہو۔ اگر اس طرح کا ایک معیار مقرر ہوجائے تو اس قسم کی غلطیاں نہیں ہوں گی۔

تاریخِ اسلام کے بعض نازک واقعات کو فلموں میں پیش کرنے کے سلسلے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، اس لیے کہ اُن کی وجہ سے مختلف گروہوں کے درمیان فتنہ کھڑا ہو سکتا ہے۔

اس لیے ہمارے سامنے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ ہم جس چیز کے بارے میں فتنے کے خوف سے خاموشی اختیار کرتے ہیں وہی چیز بذاتِ خود فتنہ بن جاتی ہے۔ اس لیے کہ راز دارانہ مکالمہ سے خود مکالمہ کرنے والے بھی پراسرار بن جاتے ہیں، جس کی وجہ سے لوگوں کے درمیان ایک خلا واقع ہوتا ہے اور اس سے مدّ مقابل کا مفہوم کچھ سے کچھ ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو لوگ تاریخ میں مہارت نہیں رکھتے اور اسے شریعت کے متعین ضوابط کے مطابق نہیں پڑھتے ان کے ذہن میں وہی غلط مفہوم نقش ہو جاتا ہے۔

اس لیے میری درخواست ہے کہ کسی بھی معاملے میں کھل کر مکالمہ ہونا چاہیے جس طرح کہ ہمیں قرآن نے تعلیم دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُم إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ**۔ النمل: ۶۴ (ان سے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو دلیل لاؤ)۔

میرے ذہن میں ایک اور بات ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ بھی درست ہے کہ ہمارے عربی اسلامی ممالک کے اکثر حکم راں کوئی ایسی اونچی مثال پیش نہیں کر سکتے جو دوسروں کے لیے بھی نمونہ بن جائے۔ اگر کوئی ایک بھی اس طرح کی مثال پیش کرتا تو دوسروں کی حالت خود بخود واضح ہو جاتی، اس لیے کہ: ''**فبضدّها تتمايز الاشياء**'' (اپنے متضاد کی وجہ سے چیزوں کی وضاحت اچھی طرح ہو جاتی ہے) اس صورت حال میں جب ہم صحابۂ کرام کے اعلیٰ ترین نمونے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اس سے عوام میں ایک تحریک پیدا ہو سکتی ہے اور اس نمونے کی پیروی کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اس سے بہت سوں کی نیند بھی اڑ سکتی ہے۔ البتہ اس کے قواعد و ضوابط وضع کرنے اور احتیاطیں ملحوظ رکھنے سے مجھے بھی مکمل اتفاق ہے۔ مثلاً:

۱۔ پہلی چیز حد سے تجاوز ہونے کا اندیشہ ہے۔ ایسی صورت میں جو شخص ممانعت کا حکم لگا سکتا ہے وہ احتیاط اور قواعد و ضوابط ملحوظ رکھتے ہوئے اجازت بھی دے سکتا ہے۔

۲۔ فنی طور پر بھی ان مسائل کا حل نکل سکتا ہے مثلاً جب صحابی کا قول آ جائے وہاں اس سے پہلے ''یقول'' (یعنی وہ فرماتے ہیں)، کا لفظ آنا چاہیے، تاکہ قول اور قائل کے درمیان فرق واضح ہو۔

۳۔ اس کے علاوہ بھی کچھ فنی مہارتیں ہیں جن کے ذریعے ہم کسی مضمون کو اعلیٰ ترین معیار پر پیش کر سکتے ہیں، اس سے بہت بڑا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور اس سے ہم پوری دنیا میں ان دشمنانِ اسلام کے ثقافتی حملوں کا جواب دے سکتے ہیں جو اسلام اور دہشت گردی کو ہم معنیٰ قرار دیتے ہیں۔

۴۔ خاص خاص علمی حلقوں کا، جن میں جامعہ ازہر کے بڑے بڑے علما پر مشتمل کمیٹی سرفہرست ہے، ہمارے ساتھ اشتراکِ عمل اور عمی تعاون بھی درکار ہے۔ اس لیے کہ وہ اس بات پر پہلے ہی سے سوچ سمجھ کر ہمارے ساتھ اتفاق کر چکے ہیں کہ دعوتِ دین میں فن کاری اور اداکاری سے کام لینا جائز ہے۔

۵۔ ان منفرد و ممتاز شخصیات کی تاریخ کو ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اپنی رائے شامل کیے بغیر لوگوں کے سامنے پیش کریں، واقعات کو اپنی طرف سے نہ گھڑیں، اور نہ اس کو حق اور سچائی کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے پیش کریں۔ اور ہم جو بھی منظر پیش کریں اس کی پشت پر کوئی مضبوط تاریخی دلیل موجود ہو۔

آخر میں ہم تمام فن کار اور متعلقہ حلقہ بآواز بلند درخواست کرتا ہے کہ جامعۂ ازہر اور اس کی تمام علمی شاخیں محض نگراں کا کردار ادا کرنے کے بجائے شریکِ کار کا کردار ادا کریں۔ وہ صرف یہ بتانے پر اکتفا نہ کریں کہ یہ چیز حرام ہے اور یہ حلال ہے۔ میں تو تمام علمائے دین سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ کسی بھی معاملہ میں محض فتویٰ کے بجائے ٹھوس رہنمائی فراہم کریں، خصوصاً فن کاری کے بارے میں ہمیں اُن کی طرف سے ایسی رہنمائی کی ضرورت ہے جو ہماری فن کارانہ کوششوں میں ہمارے لیے معاون ثابت ہو۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

(ہفت روزہ المجتمع، کویت، شمارہ ۱۶۰۰-۱۶۰۱، ۱۹-۲۶/ ربیع الاول، ۱۴۲۵ھ، ۸-۱۵/ مئی ۲۰۰۴ء)